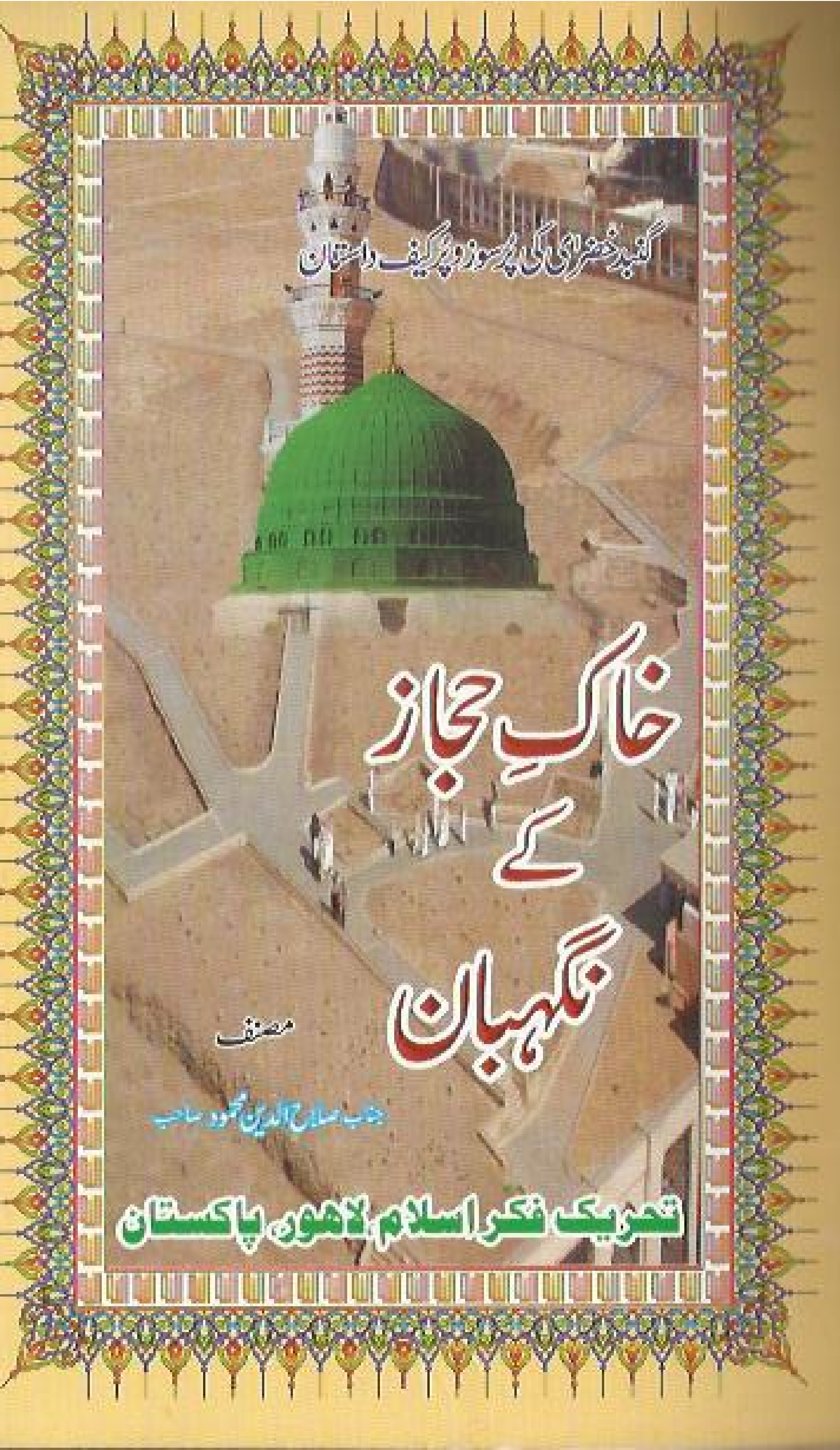

گنبدِ خضریٰ کی پرسوز و پرکیف داستان
خاکِ حجاز
کے
نگہبان
مصنف
جناب صلاح الدین محمود صاحب
تحریک فکر اسلام لاہور، پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب پڑھنے کی دُعا

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دُعا پڑھ لیجئے اِن شَاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا حِکْمَتَکَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَکَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر علم و حکمت کے دروازے کھول دے اور ہم پر اپنی رَحمت نازِل فرما! اے عظمت اور بزرگی والے!

(مُستطرف ج ۱ ص ۴۰ دار الفکر بیروت)

(اوّل آخر ایک بار دُرود شریف پڑھ لیجئے)

قیامت کے روز حسرت

فرمانِ مصطفےٰ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم: سب سے زیادہ حسرت قیامت کے دن اُس کو ہوگی جسے دُنیا میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا مگر اس نے حاصل نہ کیا اور اس شخص کو ہوگی جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں نے تو اس سے سُن کر نفع اٹھایا لیکن اس نے نہ اُٹھایا (یعنی اس علم پر عمل نہ کیا)۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۱ ص ۱۳۸ دار الفکر بیروت)

کتاب کے خریدار متوجّہ ہوں

کتاب کی طباعت میں نُمایاں خرابی ہو یا صفحات کم ہوں یا بائنڈنگ میں آگے پیچھے ہوگئے ہوں تو ادارہ سے رجوع فرمائیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

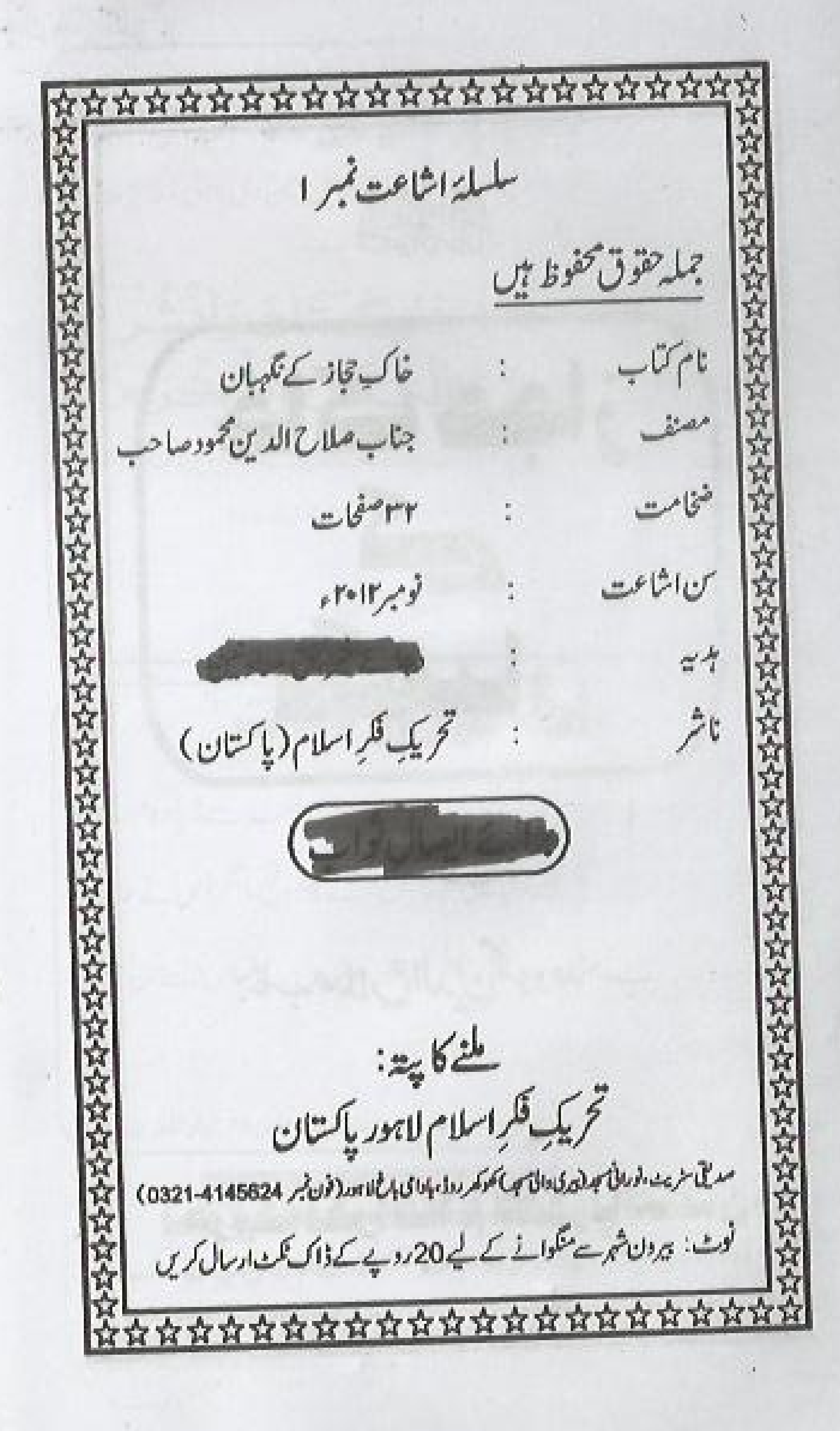
خاکِ حجاز کے نگہبان

مصنف

جناب صلاح الدین محمود صاحب

تحریک فکر اسلام لاہور پاکستان

صدیقی سٹریٹ، نورانی مسجد (نوری والی مسجد) گکھڑ روڈ ماناوالا باغ لاہور (فون نمبر 0321-4145624)



سلسلۂ اشاعت نمبر ۱

نام کتاب	:	خاکِ حجاز کے نگہبان
مصنف	:	جناب صلاح الدین محمود صاحب
ضخامت	:	۳۲ صفحات
سن اشاعت	:	نومبر ۲۰۱۲ء
ہدیہ	:	[redacted]
ناشر	:	تحریکِ فکرِ اسلام (پاکستان)

[redacted]

ملنے کا پتہ:

تحریکِ فکرِ اسلام لاہور پاکستان

صدیقی سٹریٹ، نورانی مسجد (پیری والی مسجد) کھوکھر روڈ، بادامی باغ لاہور (فون نمبر 0321-4145824)

نوٹ: بیرونِ شہر سے منگوانے کے لیے 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے

سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

اسلام کے ابتدائی دور میں اہل حق اور اہل باطل کی پہچان اتنی مشکل و دشوار نہ تھی۔ نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کے غلام مسلم اور مومن ایسے حسین و جمیل اسماء سے پہچانے جاتے جب کہ سید الانبیاء ﷺ کے باغی، کافر اور منافق ایسے الفاظ سے پکارے جاتے۔ لیکن شومئی قسمت کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسے بدطینت افراد بھی آئے جو خود کو مسلم و مومن کہلواتے لیکن حقیقت میں وہ اسلام سے عناد و عداوت، بغض و حسد رکھتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے اپنی زشت خوئی کے باعث دین اسلام جو کہ امن کا پیامبر ہے، میں تفرقہ بازی، فتنہ و فساد اور جنگ و جدال بپا کر دیا جس کی وجہ سے اہل اسلام کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے۔

حضور پرنور عالم ماکان و یکون ﷺ کو ان تمام حوادثات زمانہ کا بہ خوبی علم تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے امتیوں کو اس فتنہ کے بارے میں پہلے ہی سے آگاہ فرما دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنۡ یَّعِشۡ مِنۡکُمۡ فَسَیَرٰی اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا''

(ترمذی، ابواب العلم، ج:۲، ص:۱۲۶، ص ۹۲، ابن ماجہ، ج:۱، ص:۵۷)

ترجمہ: ''تم میں سے جو زندہ رہے گا، وہ عن قریب بہت اختلاف دیکھے گا۔''

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَفۡتَرِقُ اُمَّتِیۡ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبۡعِیۡنَ مِلَّۃً کُلُّھُمۡ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً

(ترمذی، ابواب العلم، ج:۲، ص:۸۹، ابن ماجہ، ص:۲۸۷، ابوداؤد، کتاب السنہ، ج:۲، ص:۳۹۵)

ترجمہ: ''میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، ان میں ایک کے سوا سب ناری ہیں۔''

لہٰذا آقا ﷺ کے فرمانِ ذی شان کے مطابق بڑے بڑے فتنے وقوع پذیر ہوئے لیکن ہمارے غم خوار آقا ﷺ نے اپنی امت کو اختلافات کے اس ہجوم میں تنہا نہیں چھوڑا بلکہ اس فرقہ ناجیہ و جماعت حقہ کو بالکل واضح فرما دیا اور فرمایا کہ بروز قیامت اہل سنت و جماعت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ملاحظہ فرمائیں تفسیر

درمنثور از علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

سردست اب ہم یہاں تبرکات کی اہمیت کے متعلق کتاب وسنت وصحابہ کرام علیہم الرضوان کے ارشادات کو دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ" مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ "مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ (پ:۲،البقرۃ:۲۴۸)

ترجمہ: ''اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ ومعزز ہارون کے ترکہ کی، اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے، بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو۔''

اس آیت سے درج ذیل امور روز روشن کی طرح واضح ہوتے ہیں:

(i) بزرگوں کے تبرکات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عزت وعظمت کے حامل ہیں۔
(ii) اگر اللہ والوں سے تعلق رکھنے والی اشیاء (لباس، عصا، نعلین وغیرہ) اطمینان وسکون وفیوض وبرکات کا باعث ہیں تو جس قبر انور میں ان کا پورا جسم مقدس موجود ہو اس کا مرتبہ کیا ہوگا۔
(iii) تبرکات کی حفاظت سنت الٰہیہ ہے۔
(iv) فرشتے نوری مخلوق ہیں لہٰذا وزن اٹھانا نور ہونے کے منافی نہیں۔

اب چند احادیث ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر 1:

نبی کریم ﷺ کو ایک چادر ہدیہ کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے اس چادر کی ازار بنالی۔ لوگوں میں سے ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ مجھے

عنایت فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا! اور پھر مجلس سے تشریف لے گئے پھر واپس آکر آپ ﷺ نے وہ چادر اسے عنایت فرمادی۔ لوگوں نے اس سائل سے کہا کہ آپ نے مانگ کر اچھا نہیں کیا کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔ اب اس محب کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

''وَاللّٰہِ مَا سَأَلْتُهُ اِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِیْ یَوْمَ اَمُوْتُ''

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے یہ چادر صرف اس لیے مانگی ہے کہ جس دن مروں تو یہ میرا کفن ہو۔''

حضرت سہل فرماتے ہیں: ''فَكَانَتْ كَفَنَهٗ''

ترجمہ: ''وہی چادر اس کا کفن بنی'' (بخاری، ج:۱، ص:۲۹۷، کتاب البیوع)

حدیث نمبر2:

اب ذرا صلح حدیبیہ کے وقت صحابہ کرام کا فعل مبارک ملاحظہ فرمائیں:

''عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور ان سے کہنے لگا: اے قوم! واللہ! میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح اس کی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (ﷺ) کے ساتھی۔''

قارئین محتشم! اب عروہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں جن کو پڑھنے کے بعد ہر عاشق کا دل مچلنے لگے گا اور فرط محبت میں بے تاب و بے قرار ہو جائے گا:

''اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِهٖ'' (بخاری، ص:۳۷۹، کتاب الشروط)

ترجمہ: ''جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔''

اسی طرح حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے

درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کے گھر میں نماز ادا فرمائیں تا کہ نبی کریم ﷺ جہاں نماز پڑھیں گے وہ بھی اسی مقام پر نماز پڑھا کریں گے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی بخاری شریف میں کئی مقامات پر آتا ہے کہ آپ بھی ان ان مقامات پر قیام فرماتے اور نماز پڑھتے جہاں جہاں آپ ﷺ قیام فرماتے اور نماز پڑھتے۔ بخاری شریف کے صفحات اس طرح کے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں کہ ان نفوس قدسیہ میں سے کسی نے آپ ﷺ کے موئے مبارک سنبھالے ہوئے تھے تو کسی نے پیالہ مقدس۔ الغرض صحابہ کرام ان تمام چیزوں کو متبرک سمجھتے جن کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق ہوتا اور وہ ان تبرکات کی تعظیم وتوقیر کرتے اور ان کے اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے۔

اب دوسری طرف ملاحظہ فرمائیں کہ اہل نجد نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ سے وابستہ اشیاء کے ساتھ کیسا بہیمانہ سلوک کیا ہے۔ کیا انہوں نے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے تبرکات و نشانیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر اہل اللہ سے بغض و دشمنی کا ثبوت نہیں دیا؟ کیا انہوں نے جنت البقیع اور دیگر مقامات پر موجود قبور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بالخصوص سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر انوار کو نہایت سفاکی سے مسمار نہیں کیا؟ کیا نبی کریم ﷺ نے قبر پر بیٹھنے حتیٰ کہ اس کے ساتھ تکیہ لگانے سے منع نہیں فرمایا؟ لہٰذا جب قبور المسلمین پر بیٹھنا یا محض ان کے ساتھ تکیہ لگانا صاحب قبر کو اذیت دیتا ہے تو ان کی قبور پر بلڈوزر چلا کر انہیں مسمار کر دینا ان کے لیے کس قدر اذیت کا سبب ہوگا۔ الاماں! الحفیظ!

اللہ تعالیٰ بھلا کرے **تحریک فکر اسلام** کے ان کارکنان کا جنہوں نے اہل وفا کے عشق و محبت اور اہل نجد (اہل جفا) کے مظالم کی کہانی عوام الناس تک پہنچانے کے لیے جناب صلاح الدین محمود کی اس دل سوز و جاں گداز تحریر ''خاک حجاز کے نگہبان'' کو نہایت عمدہ انداز میں شائع کرنے کی سعی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس عظیم الشان کاوش کے صلہ میں اجر عظیم عطا فرمائے اور دین و دنیا کی نعم سے مالا مال فرمائے۔ آخر میں میری تمام قارئین سے التجاء ہے کہ آپ اپنے عقائد کی اصلاح و درستی کے لیے علمائے حق اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

والسلام

محمد عرفان قادری (25 اکتوبر 2012ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

ایک بات

میں بچپن سے اپنے حواس کے "نقش اول" کی تلاش میں ہوں اور چونکہ میرے واسطے، رسول پاک ﷺ ہی میرے حواس کے لیے باعث وجود ہیں اس لیے محض وہی میرے حواس ہی کا نہیں بلکہ میرے ایمان تک کا نقش اول بھی ہیں۔ میرا یہ سفر ان لمحات سے جاری ہے کہ جن میں۔۔۔ میں غیب گزار کر۔۔۔ اس جہاں میں آیا تھا۔۔۔ اور اس وقت تک جاری رہے گا کہ جب میں یہ جہان صرف کر کے دوبارہ غیب میں گزر جاؤں گا۔۔۔ مگر اپنے حواس کے ازل کو دریافت کرنے کے لیے اس جہان کی بھربھری خاک پر مجھ کو رسول پاک ﷺ کے قدموں کے نشان کی ضرورت ہے تاکہ مجھ پر غائب اور موجود۔۔۔۔ دونوں کے راز وا ہو سکیں۔

کیا کسی چٹیل میدان کی گلہ پر یا کسی انجان وادی کے خم پر۔۔۔ کیا اپنے اندر یا باہر۔۔۔ یا پھر اس آئینے کی دھار پر کہ جو اندر اور باہر کو ایک کرتی ہے، میں یہ نشان پا سکوں گا۔۔۔؟۔۔۔ اس کی خبر ان نشانات ہی کو ہے۔۔۔ مگر تلاش میرا منصب ہے۔۔۔ سو تلاش جاری ہے۔۔۔۔

اس ہی تلاش کی ایک لازم کڑی کے طور پر، ۱۳۹۰ھ اور ۱۳۹۱ھ میں مَیں نے حجاز کا سفر اختیار کیا تھا۔ زیر نظر مضمون اس ہی سفر کا ایک بیان ہے۔

صلاح الدین محمود، لاہور

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

ترکوں نے حجاز پر اپنے دور حکومت کے دوران رسول پاک ﷺ کی ولادت سے لے کر آپ ﷺ کے وصال تک کے ہر لمحے سے وابستہ ہر جسمانی۔۔۔۔ روحانی۔۔۔۔ تاریخ اور جمالیاتی کیفیت کو آئندہ نسلوں کے واسطے محفوظ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ کام ایک غیر شعوری سطح پر تو عہد نبوی ﷺ ہی سے جاری تھا مگر اب کوئی ایک ہزار برس گزر چکے تھے اور اب یہ ضروری تھا کہ ایک شعوری اور حتمی سطح پر یہ عمل ہو۔ اس کام کے واسطے جنون کی حد تک رسول پاک ﷺ سے محبت اور انسانی حواس کی حدود تک نفاست اور ذہنی سچائی کی ضرورت تھی۔ یہ رحمت ترک نسل میں موجود تھی اور اسی واسطے وہ اس کام میں تقریباً مکمل کامیاب ہوئے تھے۔ ترکوں کا انسانیت پر یہ سب سے بڑا احسان ہے۔

ان کو علم تھا کہ جس خطۂ زمین پر آپ ﷺ کا نزول ہوا اور آپ ﷺ کا پہلا قدم پڑا کہ جس ہوا کا پہلا سانس آپ ﷺ کے اندر جذب ہوا اور جس نے آپ ﷺ کی آواز کا گداز پہلی بار برداشت کیا کہ جس ہوا کی سہارے سے پہلے پردے کی پکار آپ ﷺ تک آئی اور پھر جس خلا کے خم سے چاند اور سورج نے پہلی بار آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ نے پہلی بار ان کو دیکھا کہ جہاں جہاں آپ ﷺ کی بینائی میں نئے ستاروں کا وقوع ہوا اور جس جس طور آپ ﷺ کی وسیع ہوتی آنکھوں نے ان کی دوہری حرکت کو واحد کر کے اپنے لہو میں سمویا کہ یہ قد آور لمحے، گوشے، پچھے اور ہوا اور بینائی۔۔۔۔ صدا اور شنوائی کے نقش اول محض رسول اللہ ﷺ ہی کے نہیں۔۔۔۔ بلکہ آتی دنیا تک ہر نئے کلمہ گو کے لہو کا اول، ازلی، آبائی اور اصلی نشان ہیں۔ اس بات کا ان کو مکمل علم تھا۔ سو ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے بھانپ پا کر اس بڑے ہوتے بچے میں بنو سعد کی خصلت اور محبت سے آغاز کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

مغرب سے پہلے انہوں نے مدینہ منورہ میں اس میدان کا تعین کیا کہ جہاں مرنے سے پہلے ایک خوبرو اور کم عمر نوجوان نے اپنے گھر سے دور ۔۔۔ بخار کی گرمی اور بے چینی کو منانے کے واسطے ۔۔۔ ایک شام ۔۔۔ چند لمحات کے واسطے گشت کیا تھا اور پھر اپنی کم سن، خوبصورت اور غم مکھ بیوی کو بیوہ اور ابھی ماں کے بدن ہی میں قائم بچے کو یتیم اور بے سہارا چھوڑ کر اپنی تمنائیں اپنے دل ہی میں لیے اللہ کو پیارا ہوا تھا۔ "یعنی انتقال کر گیا۔"

مکان مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پھر انہوں نے ایک پہاڑ کی کوکھ میں اس چھوٹے سے گھر کا تعین بھی کیا تھا کہ جس کی پہلی منزل پر شمال کی جانب قائم ایک چھوٹے سے بالکل چوکور کمرے میں کہ جہاں چہار آئینوں کی اوٹ میں چہار سمتیں ملتی تھیں، ایک بچہ کہ جس کو کائنات کی امان تھی ۔۔۔ ظہور میں آیا تھا۔ پھر اس بچے کو ایک بزرگ انسان نے اپنے محنت اور عروج سے کملاتے ہاتھوں سے اپنی ایک چادر میں لپیٹا تھا اور وہ پگڈنڈی طے کی تھی کہ جو اللہ عزوجل کے گھر تک جاتی تھی ۔۔۔ وہاں پہنچ کر اس ضعیف انسان نے چادر میں لپٹے ہوئے نوزائیدہ بچے کو ہاتھوں میں رکھ کر کائنات کی جانب بلند کیا تھا اور دعاء کی تھی کہ اے خالق کائنات اس بچے پر رحم فرما ۔۔۔ اس واسطے کہ یہ بے آسرا اور یتیم ہے ۔۔۔ ترکوں نے اس شمالی کمرے ۔۔۔ اس آبائی پگڈنڈی اور اس دعاء کے مقام کا بھی ۔۔۔ نہایت ہی کاوش سے تعین کر کے نشان چھوڑا تھا ۔۔۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا

پھر انہوں نے نیلی رگوں کے سیاہ پہاڑوں اور اکثر اوقات خاموش ریگستان کے سنگم پر قائم اس جگہ کو بھی دریافت کر کے محفوظ کیا تھا کہ جہاں اس دعاء کے کوئی چھ برس بعد اپنے

جواں مرگ خاوند کی قبر سے واپسی پر اپنے چھ برس کے حیران بچے کی انگلی پکڑے پکڑے جب اس کم سن خاتون نے ایک رات کے واسطے پڑاؤ کیا تھا۔۔۔تو وفات پائی تھی۔۔۔۔

اگلے روز حیران آنکھوں والے اس چھ برس کے بچے نے اپنی ماں کا چہرہ کہ جس سے اب آہستہ آہستہ وہ مانوس ہو رہا تھا، آخری بار دیکھا تھا اور پھر اپنی ماں کو اپنے کچے کچے ہاتھوں سے انجان خاک میں اتار کر قافلے کے ساتھ اپنے مقصد کی جانب چل پڑا تھا۔۔۔۔ ترکوں نے اپنی مثالی درنگی، سادگی، صفائی اور خوش اسلوبی سے ایک کتبہ یہاں بھی چھوڑ دیا تھا کہ آنے والوں کو آگاہی ہو کہ معصوم دلوں کی اکیل ہی ہے کہ جو ان کو وحدت کا ہمراز بناتی ہے۔۔۔۔

ان کا اگلا قدم اس راستے کا تعین کرنا تھا کہ جس پر اس واقعے کے تین برس بعد یہ بچہ ایک ضعیف میت کے ساتھ ساتھ چارپائی کا پایا پکڑ کر سب کے سامنے بلک بلک کر روتا ہوا چلا تھا۔۔۔اس کو شاید احساس تھا کہ آج کے بعد اس کی اکیل کائناتی وحدت کی اکیل ہے اور آج کے بعد شاید وہ کبھی کھل کر رو بھی نہ سکے گا۔۔۔۔غرض یہ کہ ترکوں نے رسول پاک ﷺ کی ولادت سے لے کر آپ ﷺ کے وصال تک کے واقعات کو آنے والی نسلوں کے تاریخی، جمالیاتی اور ایمانی شعور کے واسطے اور سادگی کے ساتھ محفوظ کرنے کا جو بیڑا اٹھایا تھا، اس میں وہ ایک بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔۔۔۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

آپ کے بچپن سے جوانی تک کی سمتوں کا تعین کرنے کے بعد انہوں نے غار حرا کی چوٹی سے آسمانوں کو دیکھا اور پھر اس اونچے پہاڑ کی نشیبی وادی میں قائم شہر کے ایک گھر کے اس چھوٹے سے کمرے کا تعین کیا کہ جہاں حیرت بھرے سے اپنے نام کی پکار سننے کے بعد واپس آ کر رسول پاک ﷺ نے آرام فرمایا تھا۔۔۔۔اور جہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ پر اپنے مکمل اعتماد سے آپ ﷺ کو اس حد تک حوصلہ دیا تھا کہ جب فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کہاں قیام کریں گے، تو آپ ﷺ نے خواہش ظاہر

کی تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ نصب کیا جائے۔ بعض لوگوں کے استفسار پر کہ آخر ایک قبر کے کنارے ایک قبرستان میں کیوں۔۔۔؟۔۔۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"جب میں غریب تھا تو اس نے مجھ کو مالا مال کیا اور جب انہوں نے مجھ کو جھوٹا ٹھہرایا، تو صرف اس ہی نے مجھ پر اعتماد کیا اور جب سارا جہان میرے خلاف تھا، تو صرف اس اکیلی ہی کی وفا میرے ساتھ تھی۔"

مکان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

ترکوں کے ماہرین نے پہلے اس گھر کا پھر اس گھر میں اس کمرے کا تعین کیا کہ جہاں مکمل اعتماد کا یہ بنیادی لمحہ گذرا تھا۔۔۔ یہاں یہ بیان کرنا شاید دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ اس کمرے اور اس کمرے کے بارے میں کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تھا، عثمانی حکومت کی جانب سے جو جاری احکامات تھے۔۔۔ وہ کیا تھے۔۔۔؟۔۔۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر والے کمرے کے بارے میں جاری حکم تھا کہ ہر بار رمضان کا چاند دیکھتے ہی اس میں سفیدی کی جائے۔۔۔ اور پھر۔۔۔ فجر کی اذان تک خواتین با آواز بلند قرآن کریم کی تلاوت کریں۔۔۔ جب کہ حضرت عبد المطلب کے گھر میں واقع اس شمالی کمرے کے بارے میں احکامات یہ تھے کہ پہلی ربیع الاول کو کمرے کے اندر سفید رنگ کیا جائے۔۔۔ رنگ ساز حافظ قرآن ہوں۔۔۔ اور پھر ربیع الاول کی اس رات کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، چھوٹے بچے اس کمرے کے اندر آئیں اور قرآن کی تلاوت کریں۔۔۔ اگلی صبح پرندے آزاد کرنے کا حکم اور رواج تھا۔۔۔

سو جہاں انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان اور مقبرے کا تعین کیا۔۔۔ وہاں انہوں نے بنو ارقم کی بیٹھک کو محفوظ۔۔۔ ورقہ بن نوفل کی دہلیز کو پختہ اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے آنگن کی نشاندہی بھی کروائی۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مکے اور مدینے میں قائم

ان ازلی قبرستانوں کو کہ جن میں خانوادہ رسول ﷺ کے بیشتر افراد۔۔۔۔ اصحاب کرام علیہم الرضوان۔۔۔۔ اور ان کے خاندان۔۔۔ اور چیدہ ترین بزرگان دین قیامت کے منتظر سوتے تھے۔۔۔۔ صاف ستھرا اور پاک کروایا۔۔۔۔ اور پھر نہایت ہی سلیقے سے قبروں کی نشاندہی کر کے مکمل نقشے مرتب کروائے۔۔۔۔

احتیاط کی انوکھی مثال

ان تمام کاموں میں ترکوں کا طریقہ کار بہت موثر اور یکتا ہوتا تھا۔۔۔۔ مثال کے طور پر جب ترک حجاز پہنچے، تو مسجد بلال جو کہ خانہ کعبہ کے سامنے ایک پہاڑ پر واقع ہے، صدیوں کی غفلت کی وجہ سے تقریباً مٹی اور پتھر کا ڈھیر ہو چکی تھی۔۔۔۔ اس چھوٹی سی مسجد کو اس کے اصلی خطوط پر دوبارہ تعمیر کرنے کے واسطے جو طریقہ اختیار کیا گیا، وہ یہ تھا۔۔۔۔ پہلے تمام مٹی کو الگ کر لیا گیا۔۔۔۔ اور پھر تمام چونے کو۔۔۔۔ اور اس کے بعد تمام اصلی پتھروں کو۔۔۔۔ اس کے بعد مٹی اور چونے کو پیس کر۔۔۔۔ اور نہایت ہی باریک چھلنیوں سے چھان کر الگ الگ تیار کر لیا گیا۔۔۔۔ بجھے ہوئے چونے کا کیمیائی تجزیہ کر کے اس کے اجزاء معلوم کیے گئے۔۔۔۔ پھر ان اجزاء کے اصلی اور پرانے مانند دریافت کرنے کے بعد ایک ہی مانند کے نئے اور پرانے چونے کو ملا کر اور مزید طاقتور بنا کر چنائی کے واسطے استعمال کیا گیا۔۔۔۔ پتھر بھی اپنی تراش، کیفیت اور ساخت کو مدنظر رکھتے ہوئے تقریباً اسی طرح اور اسی جگہ نصب ہوئے کہ جہاں پہلی مرتبہ عہد نبوی ﷺ کے فوراً بعد نصب ہوئے تھے۔۔۔۔ اسی طرح وہی مٹی۔۔۔۔ وہی گارا۔۔۔۔ وہی چونا۔۔۔۔ اور وہی پتھر بالکل اسی طرح استعمال ہوا جیسا کہ صدیوں پہلے مسجد کی تعمیر اول میں استعمال ہوا تھا۔۔۔۔ مسجد نئی بھی ہو گئی۔۔۔۔ اور اپنے اصلی اور اول خطوط پر قائم بھی رہی۔۔۔۔ یہ ترکوں کے طریقہ کار کی محض ایک اور قدرے معمولی مثال ہے۔۔۔۔

جب ۵۳ برس مکے میں بیت گئے اور زمین کی گردش اس شہر کو ایک بار پھر

دہیں لے آئی کہ جہاں وہ ۵۳ گردشوں پہلے تھا، تو نئے ستاروں کا وقوع ہوا تھا اور رسول پاک ﷺ نے مدینے کا رخ کیا تھا۔ سو ترک بھی اس آبائی راستے پر چل نکلے تھے۔

غارِ ثور

غارِ ثور کو انہوں نے کچھ نہ کیا۔۔۔ اور یہی مناسب سمجھا کہ نہ تو اس کے جالے صاف کریں۔۔۔ اور نہ ہی کبوتروں کے صدیوں پرانے گھونسلوں کے جھاڑ جھنکاڑ کو کاٹیں یا ہٹائیں۔۔۔ غارِ ثور کو انہوں نے مکڑیوں اور کبوتروں کے سپرد ہی رہنے دیا کہ اب جائز طور پر وہی اس گوشے کے مالک اور حقدار تھے۔۔۔ غارِ حرا تک کی نہایت ہی مشکل چڑھائی کو بھی انہوں نے آسان بنانے کی کوئی کوشش نہ کی۔۔۔ تاکہ چڑھنے والوں کو چوٹی تک پہنچنے کے جتن کا احساس برابر ہوتا رہے۔۔۔ ہاں اتنا ضرور کیا کہ دو تہائی چڑھائی پر ایک نہایت سادہ سی ٹانکی بنا دی تاکہ بارش کا پانی بھی جمع ہو سکے اور بچے، بوڑھے اور عورتیں اگر چاہیں، تو چڑھائی کے دوران اپنی پیاس بجھا سکیں۔

بنو نجار کی بچیوں کے گیت

اس کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے لے کر مدینے کے اطراف میں قائم بنو نجار کی بچی بستی تک ہجرت کے راستے کا حتمی تعین کر کے نقشہ مرتب کیا۔۔۔ ترک جب حجاز پہنچے، تو بنو نجار تتر بتر ہو چکے تھے۔ پھر بھی ترکوں نے بچے کھچے لوگوں کو تلاش کیا اور سینہ بہ سینہ محفوظ، ان کے لوک گیتوں کو پہلی بار قلم بند کر کے باقاعدہ محفوظ کیا۔۔۔

مسجد قبا اور کنواں

مسجد قبا کو نہایت ہی ہنر سے بحال کرنے کے بعد وہ کچھ دیر اس کنوئیں کی منڈیر پر بھی سستانے کو بیٹھے کہ جہاں ہجرت کے بعد پہلی نماز ادا کر کے رسول پاک ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔۔۔ اور جس کے، آپ ﷺ کو دیکھ کر آپ ﷺ سے آپ ﷺ اونچے ہوتے

پانی میں آپ ﷺ نے اپنے چہرے کا شفاف، عکس دیکھ کر، پہلے ایک لمحہ توقف، اور پھر مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔

اس کنوئیں سے اب راستہ مدینے کو جاتا تھا۔۔۔ مدینے کے اس میدان تک جاتا تھا کہ جہاں آپ ﷺ کی آمد سے کوئی ۵۳ برس پہلے، ایک شام مرنے سے پہلے ایک خوبرو اور کم عمر نوجوان نے اپنے گھر سے دور اپنے بخار کی گرمی اور بے چینی کو منانے کے لیے چند لمحات کے واسطے گشت کیا تھا۔۔۔ اور پھر اپنی کم سن، خوبصورت اور نرم مکھ بیوی اور ابھی ماں کے بدن ہی میں قائم بچے کو یتیم اور بے سہارا چھوڑ کے اپنی تمنائیں اپنے دل ہی میں لیے اللہ عزوجل کو پیارا ہو گیا تھا۔۔۔ ایک بار پھر وہی میدان تھا۔ مسجد نبوی کو اب یہاں تعمیر ہونا تھا۔

تعمیری ہنرمندوں کی تلاش

مسجد نبوی

مسجد نبوی کی تعمیر بھی ایمان۔۔۔ ہنرمندی۔۔۔ پاکیزگی۔۔۔ اور نفاست کی عجیب اور انوکھی داستان ہے۔۔۔ پہلے پہل برسوں تک تو ترکوں کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسجد نبوی کی تعمیر کریں۔ ان کے نزدیک یہ کائناتی اور انسانی حدود سے ماورا طاقتوں کے بس کا عمل تھا۔۔۔ اور وہ محض انسان تھے۔۔۔ مگر جب انسان سچی محبت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ سے باہر قدم بھرنے کی ہمت بھی پا جاتا ہے۔۔۔ سو اپنی محبت کی سچائی کے سہارے انہوں نے یہ کام شروع کرنے کا ارادہ کیا۔۔۔ ترکوں نے اپنی وسیع سلطنت اور پھر پورے عالم اسلام میں اپنے اس ارادے کا اعلان کیا۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اس متبرک کام کے واسطے ان کو عمارت سازی۔۔۔ اور اس سے متعلقہ علوم اور فنون کے ماہرین درکار ہیں۔۔۔ یہ سننا تھا کہ۔۔۔ ہندوستان، افغانستان، چین، وسطی ایشیائی، ایران، عراق، شام،

مصر، یونان، شمالی اور وسطی افریقہ کے اسلامی خطوں۔۔۔اور نہ جانے عالم اسلام کے کس کس کونے اور کس کس چپے سے نقشہ نویس۔۔۔معمار۔۔۔سنگ تراش۔۔۔ بنیادیں زمین کی زندہ رگوں تک اتارنے کے ماہر۔۔۔ چھتوں اور سائبانوں کو ہوا میں معلق کرنے کے ہنرمند۔۔۔خطاط۔۔۔ بچہ کار۔۔۔شیشہ گر۔۔۔اور شیشہ ساز۔۔۔کیمیا گر۔۔۔رنگ ساز۔۔۔اور رنگ شناس۔۔۔ماہرین فلکیات۔۔۔ہواؤں کے رخ پر عمارتوں کی دھار کو بٹھانے کے ہنرمند۔۔۔اور نہ جانے کن کن عیاں اور کیسے کیسے پوشیدہ علوم کے ماہرین۔۔۔اساتذہ۔۔۔پیشہ ور اور ہنرمندوں نے دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں اپنے اہل وعیال کو سمیٹا اور اس ازلی بلاوے پر قسطنطنیہ کی جانب روانہ ہو گئے۔۔۔کہیں بے حد دور، ایک چٹیل ریگستان میں جنت کی سیاری کے کنارے۔۔۔ان کے رسول ﷺ کی قیام گاہ پر تعمیر ہونی تھی اور وہ اور ان کے ہنر اب ہر طرح اس کام کے واسطے وقف تھے۔۔۔

ہنرمندوں کی بستی

ترکوں کو اس والہانہ کیفیت کی ایک حد تک امید تھی، مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اس اجتماعی بے اختیاری۔۔۔اور مکمل اطاعت پر ان کو تعجب ضرور ہوا تھا۔۔۔بہرکیف ان کی تیاریاں بھی مکمل تھیں۔۔۔عثمانی حکومت کی تقریباً ہر شاخ۔۔۔اعلان سے پہلے ہی حرکت میں آچکی تھی۔۔۔اور حکومت کے اہل کار اپنی حدود میں اور سفیر دوسرے اسلامی ممالک میں اس انداز اور ارادے کے تمام لوگوں کی امانت کے لیے تیار تھے۔۔۔ان اہل کاروں اور سفیروں کو یہ احکامات تھے کہ وہ ان تمام ماہرین اور ان کے ہمراہ ان کے اہل و عیال کو۔۔۔اگر وہ چاہیں۔۔۔تو قسطنطنیہ تک کے راستے میں ہر طرح کی سہولت فراہم کریں۔۔۔ادھر سلطان وقت کے حکم سے قسطنطنیہ سے چند فرسنگ باہر میدانوں میں ایک خود کفیل اور کشادہ بستی تیار ہو چکی تھی۔۔۔سو پھر جب ان یکتائے روزگار لوگوں کے قافلے پہنچنے شروع ہوئے، تو ان کو ان کے روزگار کے اعتبار سے اس نئی بستی کے الگ الگ محلوں میں

بسایا جانے لگا۔۔۔۔اور حکومت مکمل طور پر ان کی کفیل ہوئی۔۔۔۔

احتیاط در احتیاط

اس عمل میں کوئی پندرہ برس گزر گئے، مگر اب یہ یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ اس بستی میں اپنے وقتوں کے عظیم ترین فنکار جمع ہو چکے ہیں۔۔۔۔اب خود سلطان وقت اس نئی بستی میں گیا۔۔۔۔اور اس نے خاندانی سربراہوں کا اجلاس طلب کر کے منصوبے کا اگلا حصہ ان کے سامنے رکھا۔۔۔۔منصوبے کا اگلا حصہ اس طرح تھا۔۔۔۔ہر ہنرمند اپنے سب سے ہونہار بچے یا بچوں (اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہونہار ترین شاگرد) کا انتخاب کر کے۔۔۔۔اور اس بچے کے جوان ہو کر پختہ عمر تک اس کے بدن اور لہو میں اپنا مکمل فن منتقل کر دے۔۔۔۔ادھر حکومت کا ذمہ تھا کہ وہ اس دوران اس انداز ے کے اتالیق مقرر کرے کہ وہ ہر بچے کو پہلے قرآن کریم پڑھائیں۔۔۔۔اور پھر قرآن حفظ کروائیں۔۔۔۔ساتھ ساتھ بچہ شہ سواری بھی سیکھے۔۔۔۔اس تمام تعلیم، تربیت اور تیاری کے لیے ۲۵ برس کا عرصہ مقرر کیا گیا۔۔۔۔اس منصوبے پر ہر ایک نے لبیک کہا۔۔۔۔اور صبر، محنت، محبت اور حیرت کا یہ بالکل انوکھا عمل شروع ہوا۔۔۔۔

یہ احتیاطیں اس لیے

چنانچہ ۲۵ برس بیت گئے۔۔۔۔اور ان انوکھے ہنرمندوں کی ایک نئی۔۔۔۔اور خالص نسل نشوونما پا کر تیار ہو گئی۔ یہ تیس ۳۰ سے چالیس ۴۰ برس عمر کے مخصوص۔۔۔۔اور نیک اطوار نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تھی کہ جو محض اپنے اپنے آبائی اور خاندانی فنون ہی میں یکتا۔۔۔۔اور عنقا نہیں تھے بلکہ، اس جماعت کا ہر فرد حافظ قرآن۔۔۔۔اور فعال مسلمان (متقی پرہیزگار) ہونے کے علاوہ۔۔۔۔ایک صحتمند نوجوان۔۔۔۔اور اچھا شہسوار بھی تھا۔۔۔۔بچپن کے لمحہ اول سے ان کو علم تھا کہ وہ چیدہ لوگ ہیں کہ جن کو ایک روز کہیں بے حد

دور۔۔۔۔ایک چٹیل ریگستان میں۔۔۔۔جنت کی کیاری کے کنارے۔۔۔۔اپنے رسول ﷺ کی قیام گاہ کے گرد ایک ایسی کائناتی عمارت تعمیر کرنی ہے کہ جو آسمان کی جانب اس زمین کا واحد نشان ہو۔۔۔۔

ترکوں کے اعلان اول سے لے کر اب تک کوئی تیس برس سے زیادہ بیت چکے تھے۔۔۔۔اور مسجد نبوی کے معمار، جن کی تعداد کوئی پانچ سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے، تیار تھے۔

جس پہاڑ کا پتھر لیا گیا اس پہاڑ کا پتھر کوئی اور استعمال نہ کر سکے

ایک طرف تو ہنر مندوں کی یہ جماعت تیار ہو رہی تھی۔۔۔۔اور دوسری طرف ترک حکومت کے اہل کار عمارت کے واسطے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں ایک خاص قرینے کے ساتھ مصروف تھے۔۔۔۔حکومت کے شعبہ کان کنی کے ماہرین نے خاص۔۔۔۔اور عمدہ رگ و ریشے کے پتھر کی بالکل نئی کانیں دریافت کیں کہ جن سے صرف ایک بار پتھر حاصل کر کے ان کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔۔۔۔اور ان کانوں کی جائے وقوع کو اس حد تک صیغۂ راز میں رکھا گیا کہ آج تک کسی کو علم نہیں ہے۔۔۔۔کہ مسجد نبوی۔۔۔۔میں استعمال ہونے والے پتھر کہاں سے آئے تھے۔۔۔۔بالکل نئے اور ان چھوئے جنگل دریافت کیے گئے۔۔۔۔اور ان کو کاٹ کر ان کی لکڑی کو بیس برس تک حجاز کی آب و ہوا میں آسمان تلے موسمایا گیا۔۔۔۔رنگ سازوں نے عالم اسلام میں اگنے والے درختوں۔۔۔۔اور خاکی و آبی پودوں سے طرح طرح کے رنگ حاصل کیے۔۔۔۔اور شیشہ گروں نے شیشہ بنانے کے لیے حجازی کی ریت استعمال کی۔۔۔۔پچی کاری کے قلم ایران سے بن کر آئے۔۔۔۔جب کہ خطاطی کے لیے نیزے دریائے جمنا۔۔۔۔اور دریائے نیل کے پانیوں کے کنارے اگائے گئے۔۔۔۔غرض یہ کہ جب تک ان ہنر مندوں کی جماعت تیار

ہوئی۔ ان ہی کے بزرگوں کی خاص طور پر تیار کردہ ٹولیوں نے عمارتی سامان بھی فراہم کر لیا۔۔۔ یہ سارا عمارتی سامان بمع ہنرمندوں کی جماعت کے۔۔۔ نہایت ہی احتیاط سے پہلے خشکی۔۔۔ پھر سمندر اور پھر خشکی کے راستے حجاز کی سرزمین تک پہنچا دیا گیا کہ جہاں مدینے سے چار فرسنگ دور ایک نئی بستی اس تمام سامان کو رکھنے اور ہنرمندوں کے تعمیر کے دوران رہنے سہنے کے لیے پہلے ہی تیار ہو چکی تھی۔

احتیاط

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تعمیر مدینے میں ہونی تھی، تو پھر۔۔۔ ساز و سامان مدینے ہی میں رکھا جاتا۔۔۔ آخر یہ چار فرسنگ (۱۲ میل) دور کیوں۔۔۔؟۔۔۔ اس کی وجہ ترک یہ بتاتے ہیں کہ۔۔۔ آخر ایک بہت بڑی عمارت تیار ہونی تھی کہ جس کے واسطے مختلف جسامت کے ہزاروں پتھر کاٹے جانے تھے۔۔۔ بڑے بڑے عجان ٹھوک ٹھاک کر تیار ہونے تھے۔۔۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے ضروری عمارتی عمل ہونے تھے کہ جن میں شور کا بے حد امکان تھا۔۔۔ جبکہ وہ چاہتے تھے کہ عمارت کی تعمیر کے دوران مدینہ منورہ میں ذرہ برابر بھی کوئی شور نہ ہو۔۔۔ اور جس فضا نے ہمارے رسول ﷺ کی آنکھیں دیکھیں، اور آواز سنی ہوئی تھی۔۔۔ وہ اپنی حیا۔۔۔ سکون۔۔۔ اور وقار قائم رکھے۔۔۔

سو ہر ایسا کام کہ جس میں ذرا بھی شور کا امکان تھا۔۔۔ مدینہ طیبہ سے چار فرسنگ کے فاصلے پہ ہوا۔۔۔ اور پھر ہر چیز کو ضرورت کے مطابق مدینے لے آیا گیا۔۔۔ ایک ایک پتھر پہلے وہیں کاٹا گیا۔۔۔ اور پھر مدینے لا کر نصب کیا گیا۔۔۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ چنائی کے دوران کسی پتھر کی کٹائی ذرا زیادہ ثابت ہوئی یا کوئی عجان یا جنگلہ چھوٹا یا بڑا پڑا۔۔۔ تو اس کو عجلت میں ٹھوک بجا کر۔۔۔ وہیں رسول ﷺ کے سرہانے ٹھیک نہ کیا گیا۔۔۔ بلکہ چار فرسنگ دور کی بستی لے جا کر اور درست کر کے دوبارہ مدینے لایا گیا۔۔۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ۔۔۔ اس دور میں ذرائع مواصلات کیا تھے۔۔۔؟۔۔۔ بھاری

بوجھ۔۔۔نہایت سست رفتاری۔۔۔اور صبر سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا اور انسانی نقل و حمل کے واسطے سب سے تیز رفتار سواری گھوڑے کے علاوہ کوئی اور نہ تھی۔۔۔

ہنر مندوں کو دو حکم

سو جبکہ سارا عمارتی سامان اپنی خام شکل میں مدینے کے مضافات والی بستی میں پہنچ گیا اور پھر پانچ سو (۵۰۰) کے لگ بھگ ہنر مندوں کی جماعت نے بھی اسی بستی میں آن کر سکونت پالی، تو سب کچھ اب اس جماعت کے سپرد کر دیا گیا۔۔۔اپنے فنون کے استعمال اور اپنے تخلیقی عمل میں یہ فنکار و ہنر مند بالکل آزاد تھے۔۔۔صرف دو احکامات ان کو دیئے گئے۔۔۔اول یہ کہ تعمیر کے لمحہ اول سے لے کر لمحہ تکمیل تک اس جماعت کا ہر ہنر مند اپنے کام کے دوران باوضو رہے۔۔۔اور دوم یہ کہ اس دوران وہ ہر لمحہ تلاوت قرآن جاری رکھے۔۔۔

سو باوضو حافظ قرآن ہنر مندوں کی یہ جماعت پورے پندرہ (۱۵) برس تک مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف رہی۔۔۔اور پھر ایک صبح آئی کہ مسجد نبوی کے طلائی نشان کی چوٹی سے فجر کی اذان نے، زمین سے نہایت ہی بھروسے اور ایمان سے اگی اس عمارت کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا۔۔۔اب خلا محفوظ بھی تھا اور آزاد بھی۔۔۔

یہ عمارت کیسی ہے، کیا ہے، کہاں ہے اور کہاں لے جاتی ہے؟ اس کے بارے میں تو انشاء اللہ تعالیٰ الگ کتاب لکھوں گا۔۔۔ یہاں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ عمارت اس جہاں میں ہوتے ہوئے بھی اس جہاں میں نہیں ہے۔۔۔اپنے آپ میں قائم رہ کر اس عمارت کو دیکھو تو یہ کہیں اور ہے۔۔۔اپنے آپ سے باہر قدم دھر کے اس کو دیکھو تو یہ کہیں اور۔۔۔ اور ہم کچھ اور ہیں۔۔۔ پتھر۔۔۔ خلا۔۔۔ ہوا۔۔۔ آواز۔۔۔ لحن۔۔۔ نیت۔۔۔ایمان اور نور نے مل کر صبر کی ایک نئی جنت کی ہے۔۔۔متوازی اوقات اگر

رنگ برنگ کے دھاگے ہیں تو ان کی جنت میں بے رنگ کا دھاگا اس عمارت کا نور ہے جو کہ اس جنت کو محض معنی ہی نہیں دیتا، بلکہ اوقات کا ایک دوسرے سے ایک جائز اور مخفی رابطہ بن کر اوقات کو ایک مرکز بھی فراہم کرتا ہے اور اوقات کے اس مرکز سے ہم کو اپنے رسول ﷺ کی آوازیں یوں آتی ہے کہ جیسے خلا محفوظ بھی ہو اور آزاد بھی۔۔۔ کہ جیسے آواز پردہ بھی ہو اور لہو بھی۔۔۔ کہ اندھیرے میدانوں میں بھی نور کا شجر اگے، تو کبھی نور کی وادیوں میں اندھیرا خود ایک شجر ہو کہ جیسے نور محض نور ہی نہ ہو۔۔۔ بلکہ نور کا منبع بھی ہو۔۔۔ سو جب ریاض الجنۃ میں اس خلا کے خم پر اپنے رسول ﷺ کے سرہانے بیٹھو، تو کشف ہوتا ہے کہ آخر محبت کے کیا معنی ہیں۔۔۔؟۔۔۔ اور نیت کی کیا حدود۔۔۔ اور پھر وہ بے نام ہنرمند یاد آتے ہیں کہ جن کو اپنے ہنر سے اس لیے محبت تھی کہ وہ ان کے رسول ﷺ کے واسطے تھا کہ جنہوں نے اس چٹیل میدان میں اس جنت کی کیاری کے کنارے اپنے رسول ﷺ کی قیام گاہ کی حیا۔۔۔ سکون اور حیرت کو قائم رکھتے ہوئے اس عمارت کو اس خلا کے خم پر تعمیر کیا تھا کہ آج اس عمارت میں محض ان کا ہنر ہی نہیں۔۔۔ بلکہ ان کے ہنر کا غیب بھی محفوظ ہے۔۔۔ اور پھر ترکوں کے واسطے دعا، ہمارے پور پور سے بلند ہوتی ہے۔۔۔

عیسائی اور یہود کے آلہ کاروں کا اسلامی یادگاروں سے رویہ

پھر بھی صدیاں بیت گئیں۔۔۔

اندرونی سازشوں۔۔۔ اور بیرونی نیتوں کے دباؤ کے تحت پرانی حکومتیں کمزور اور نئی حکومتیں اور طاقتیں ظہور میں آتی رہیں۔۔۔ پھر جب بیسویں صدی کا آغاز ہوا۔۔۔ تو پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔۔۔ اس جنگ میں عثمانی حکومت نے انگریز، فرانسیسی اور اطالوی طاقتوں کے خلاف جرمن قوم کا ساتھ دیا۔ ۱۹۱۸ء میں ترک جرمن محاذ کو شکست ہوئی اور فتح پانے والوں نے جہاں جرمنی کے ٹکڑے کر کے شکست کے ساتھ ساتھ اس کے اجتماعی وقار کو خاک میں ملایا۔۔۔ وہاں ترکمانی ناموس بھی خون کے ساتھ ساتھ بہہ کر خاک میں شامل ہو گیا۔۔۔

اور عثمانی حکومت کی کشادہ حدود بھی فاتح ٹولے کے تصرف میں آگئیں۔۔۔۔اپنی توسیع پسندانہ خواہشات کو آگے بڑھانے کے لیے اس فاتح ٹولے نے عثمانی سلطنت کے خطوں پر حکومت کرنے کے دو طریقے رائج کیے۔۔۔۔ پہلا طریقہ براہ راست حکومت تھا۔۔۔۔اور جہاں براہ راست حکومت ممکن نہ تھی۔۔۔۔ وہاں ایک خاص منصوبے کے تحت ایسے قبیلوں، سیاسی جماعتوں یا افراد کو سہارا یا طاقت دینا طے پایا تھا کہ جن کی وساطت سے محض دائرہ اثر ہی کو قائم نہ رکھا جا سکے، بلکہ ہو سکے تو ملت اسلامیہ میں مزید انتشار۔۔۔۔اور کشیدگی بھی پھیلائی جا سکے۔۔۔۔

ترکوں کی جنگ عظیم میں شکست کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں جن طاقتوں نے، علاقائی افراتفری کا فائدہ اٹھا کر کھلم کھلا ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کر دیئے تھے۔۔۔۔ان میں صوبہ نجد کے ایک پیشہ ور باغیوں کا سعود نامی قبیلہ بھی شامل تھا۔۔۔۔ جنگ عظیم کے دوران ہی یہ لوگ ایک خفیہ معاہدے کے تحت انگریزوں سے مل چکے تھے۔۔۔۔ اس معاہدے کی رو سے انگریز یہ چاہتا تھا کہ جنگ عظیم کے دوران یہ قبیلہ اپنی بغاوتوں، حملوں، جنگوں اور چھاپوں وغیرہ سے ترکوں کو اتنا تنگ کرے اور برسرِ پیکار رکھے کہ وہ۔۔۔۔مشرق وسطیٰ میں انگریز حملہ آوروں کی طرف پوری طرح دھیان نہ دے سکیں۔۔۔۔ اس کے عوض انگریز نے عہد کیا تھا کہ اگر وہ جنگ جیت گیا تو وہ پہلے نجد اور پھر جزیرہ نمائے عرب پر اس نجدی قبیلے کا تسلط قائم کرنے میں ان کی مدد کرے گا۔۔۔۔ مگر یہ انگریز کا عہد تھا جو کہ کم از کم دو طرفہ تو ضرور ہوتا ہے۔۔۔۔ سو یہی عہد انہوں نے حجاز کے حسینی قبیلے سے بھی کیا ہوا تھا۔۔۔۔ بس جو چیز دونوں عہد ناموں میں مشترک تھی، وہ تھی ترکوں کی شکست۔۔۔۔اور جزیرہ نمائے عرب سے انخلاء۔۔۔۔

بہرحیث ترکوں کی ہار کے بعد ان فاتح طاقتوں (اور بعد میں امریکہ) کے ایماء اور امداد پر سعودیوں نے اپنے علاقائی حریفوں کو آخر کار شکست دے کر ۱۹۲۱ء میں صوبہ نجد پر اپنی عملداری اور بادشاہت کا اعلان کر دیا۔۔۔۔ عالمی جنگ کے اختتام پر ہی ترکوں نے حجاز

کا نظام حجاز کے سربراہ قبیلے کے سردار کے سپرد کر کے اپنی فوجیں حجاز سے واپس بلا لی تھیں۔۔۔۔ان کا کہنا یہ تھا کہ جنگ میں شکست کے بعد وہ حجاز میں اپنی حکومت صرف فوجی طاقت کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں۔۔۔۔اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی حملے کی صورت میں خاک حجاز پر لہو بہانا لازم ہو جائے گا۔۔۔۔اور خدانخواستہ مکے اور مدینے میں گولی چلانی لازمی ہو جائے گی۔۔۔۔یہ کیفیت ترک لحن اور خصلت کے بالکل برعکس تھی۔۔۔۔سو کچھ عرصہ سوچ و بچار کے بعد حجاز کے ترک گورنر کا حکم ہوا تھا اور ترکوں نے خانہ کعبہ کے گرد آخری طواف کر کے مسجد نبوی کی دلیز کو آخری بار چوما تھا۔۔۔۔اور خاک حجاز سے ہمیشہ کے لیے چلے گئے تھے۔۔۔۔

نجدی قذاقوں کے کارناموں کی چند جھلکیاں

اب اہل نجد اور اہل حجاز۔۔۔۔دونوں جزیرہ نمائے عرب کی بادشاہت کے خواہاں تھے۔۔۔۔اور دونوں کو انگریز کی حمایت حاصل تھی۔۔۔۔اس سیاسی خلا کو سعودیوں نے پر کیا۔۔۔۔اور ۱۹۲۴ء میں مکے پر اور ۱۹۲۵ء میں مدینے اور جدہ پر قبضہ جمانے کے بعد اس نجدی قبیلے کے سردار نے ۱۹۲۶ء میں نجد و حجاز کی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔۔۔۔یہاں سے حجاز پر سعودیوں کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔۔۔۔یہ دور ابھی تک جاری ہے۔۔۔۔

آخر یہ سعودی کون ہیں۔۔۔۔؟

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے جزیرہ نمائے عرب کے ایک مشرقی صوبے نجد سے ان کا تعلق ہے۔۔۔۔آپ کو یاد ہوگا کہ رسول پاک ﷺ کے وقتوں میں جس قبیلے نے سب سے آخر میں اسلام قبول کیا تھا۔۔۔۔اور پھر آپ کے وصال کے فوراً بعد ہی جو قبیلہ اسلام سے منحرف ہو گیا تھا۔۔۔۔وہ بھی سعودیوں کا قبیلہ تھا۔۔۔۔آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ۔۔۔۔پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان ہی کی سرکوبی کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ نجد روانہ کیا تھا۔۔۔۔اور جنگ میں مکمل شکست پانے کے بعد ان میں سے کچھ پھر سے اسلام لے

آئے تھے۔۔۔اس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس علاقے میں ایک مسجد بھی تعمیر کی تھی۔۔۔اس مسجد کے آثار ایک کھنڈر کی صورت میں ابھی تک قائم ہیں۔۔۔

نسبیات کے جدید ماہرین کا کہنا ہے کہ مسیلمہ بن کذاب کا تعلق بھی اسی قبیلے یا اس قبیلے کی ایک مرکزی شاخ سے ہے۔۔۔ہوسکتا ہے کہ یہ ہیبت ناک بات غلط ہو، مگر حجاز میں اقتدار سنبھالتے ہی جو بدسلوکی انہوں نے رسول پاک ﷺ کی ذات سے وابستہ تاریخی۔۔۔جمالیاتی۔۔۔روحانی۔۔۔جسمانی۔۔۔اور معاشرتی نشانات کے ساتھ کی ہے۔۔۔اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ علم نسبیات کے ماہرین کا یہ کہنا غلط نہیں ہے۔۔۔

پھر اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ایک شخص محمد ابن عبد الوہاب نے انہی میں سر اٹھایا۔۔۔ان کی بلا سوچے سمجھے کاٹنے والی تلوار کو اس کی تقریر کی سہار ملی۔۔۔اور اس کی تقریر کو کہ جس پر بیمار دماغ کی بڑ سمجھ کر کوئی کان نہ دھرتا تھا۔۔۔ان کی تلوار اور شاطرانہ خصلت کی سہار سے طاقت حاصل ہوئی۔۔۔حتیٰ کہ اٹھارہویں صدی کے وسط تک محمد ابن عبد الوہاب اور اس کے سعودی سرپرست کی اتنی ہمت ہوئی کہ ان دونوں نے مل کر عالم اسلام کے ہر بادشاہ اور فرماں روا کو خطوط بھیجے۔۔۔ان خطوط میں اور باتوں کے بعد ٹیپ کے بند کے طور پر مندرجہ ذیل عبارت درج تھی۔۔۔

"اللہ ایک ہے اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔۔۔
مگر محمد کی تعریف کرنا۔۔۔ ان کی تعظیم کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔۔۔"

آج تک سعودی لہو کی خصلت یہی ہے۔۔۔

سو حجاز پر قبضہ جمانے کے فوراً بعد ہی جو سب سے پہلا کام سعودیوں نے کیا تھا، وہ حجاز کے طول و عرض سے رسول پاک ﷺ کے نام پاک کو محو کرنے کا تھا۔۔۔مسجد نبوی۔۔۔خانہ کعبہ کی مسجد۔۔۔اور اس کے علاوہ جہاں جہاں اور جس جس عمارت اور مسجد پر محمد ﷺ کا نام پاک نہایت ہی فن اور محبت سے جاگزیں کندہ تھا اس کو نہایت ہی بھانڈے پن

سے مٹا دیا گیا۔۔۔ ایمان۔۔۔ محبت، فنِ خطاطی، اور دیگر فنونِ لطیفہ کے ان نادر نمونوں پر کہیں تارکول پھیر دیا گیا۔۔۔ اور کہیں ان پر پلستر تھوپ دیا گیا۔۔۔ اکثر اوقات لوہے کی چھینی۔۔۔ اور ہتھوڑے کا استعمال بھی کیا گیا، اس بے مثال گستاخی اور وہ ندامت کے نشانات آج تک حجاز کے طول و عرض میں اور خاص طور پر خانہ کعبہ کی پرانی مسجد۔۔۔ اور مسجد نبوی کے در و دیوار دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس کے بعد سعودیوں نے ایک باقاعدہ نظام کے تحت حیاتِ طیبہ سے منسلک تقریباً ہر تاریخی۔۔۔ جمالیاتی۔۔۔ روحانی۔۔۔ جسمانی۔۔۔ اور معاشرتی نشان کو اپنی ذہنی قلت۔۔۔ اور قلیل تر عقیدے کا ہدف بنایا۔

جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے قبرستان کہ جن کی بھربھری خاک میں۔۔۔ حضرت عبد المطلب۔۔۔ ابو طالب۔۔۔ ورقہ بن نوفل۔۔۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔۔۔ حضرت عباس۔۔۔ حضرت حلیمہ سعدیہ۔۔۔ امہات المومنین۔۔۔ آپ کی صاحبزادیاں۔۔۔ آپ کے صاحبزادگان۔۔۔ اور خانوادہ رسول ﷺ کے دیگر افراد۔۔۔ اصحاب کرام۔۔۔ اور ان کے پورے پورے خاندان۔۔۔ مشائخ و صوفیائے کرام۔۔۔ ناموران اسلام۔۔۔ اور دو جہانوں کی چہار سمتوں سے محبت اور ایمان کی خاطر آئے ہوئے ان گنت گمنام مسلمان سکون اور شانتی سے سوتے تھے۔۔۔ لوہے کے مشینی ہل چلا کر کھود ڈالے گئے، اور پھر پٹیلا پھروا کر برابر کروا دیئے گئے۔۔۔ بعد میں جنت البقیع کے سامنے سڑک کے پار تمام شہدائے کرام کے مزار سڑک کو چوڑا کروانے کی نذر ہوئے۔۔۔ اور حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب کے مزار اور تابوت کو ایک بازار کی توسیع کے دوران راتوں رات غائب کروا دیا گیا۔۔۔ نہ کہ ابو طالب کا محلہ رہا۔۔۔ نہ ورقہ بن نوفل کی دلیز۔۔۔ نہ ام ہانی کا آنگن رہا۔۔۔ اور نہ ہی بنو ارقم کی بیٹھک کی کوئی چیز، اس ٹیلے پر کہ جہاں ابو طالب کا محلہ تھا۔۔۔ ایک بدصورتی کی حد تک جدید، متعدد منزلوں کی عمارت کھڑی ہے۔۔۔ ورقہ بن نوفل کا مکان! ایک کپڑے کے بازار کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔۔۔ دار

ارقم کی جگہ کرائے کی موٹر کاڑیوں کا اڈہ ہے۔۔۔اور رہا ام ہانی کا گھر کہ جس کے آنگن میں دو وقت مل کر ایک ہوئے تھے۔۔۔تو وہ مسجد حرم کی "توسیع" کے دوران مٹ کر بے نشان ہو چکا ہے۔

جب حضرت عبدالمطلب کی قبر ہی نہ رہی۔۔۔تو اس تک جاتا وہ راستہ بھی نہ رہا کہ جس پر نو برس کا ایک بچہ آخری بار کھل کر رویا تھا۔۔۔اور نہ ہی وہ پگڈنڈی رہی کہ جس پر ایک ضعیف انسان اپنی چادر میں ایک نوزائیدہ بچے کو لپیٹ کر لے چلا تھا۔۔۔ہاں! اس بے وضع عمارت کے سائے میں کہ جو ابو طالب کے محلے کو کھود کر بنائی گئی تھی۔۔۔ایک گھر اور اس کا وہ شمالی کمرہ کہ جس میں چہار آئینوں کی اوٹ میں کبھی چہار سمتیں ملی تھیں۔۔۔ابھی تک بشکل موجود ہے، مگر اس کمرے میں عرصے سے سفیدی نہیں ہوئی ہے۔۔۔اور نہ ہی تیسرے چاند کے بارہویں دن چھوٹے بچے تلاوت کرنے اس گھر میں جاتے ہیں، "۱۲ ربیع الاول شریف" اس کمرے کے شمال کی جانب ایک روشن دان ضرور موجود ہے، مگر اس سے اب آپ شمال کا ستارہ نہیں دیکھ سکتے کہ متعدد منزلوں کی وہ بدوضع عمارت کہ جو شاید کہیں اور نہ بن سکتی تھی" کیا یہ نجدی کہیں اور نہ بنا سکتے تھے" راستے میں حائل ہے۔۔۔اور رہے پرندے تو ان کے آزاد کرنے کا رواج تو اس شہر میں کبھی کا ختم ہو چکا ہے۔۔۔

اور ہاں اگر آپ اس گھر میں کہ جس میں رحمۃ للعالمین ﷺ کا ظہور ہوا تھا، دو نفل شکرانے کے ادا کرنا چاہیں تو ایک منبر بردار آپ کو روک دے گا۔۔۔اس لیے کہ اس کے اور اس کے آقاؤں کے نزدیک اس عظیم ترین رحمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا "شرک" ہے۔

یہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور اس کمرے کے بارے میں بھی سن لیجیے کہ جہاں اعتماد کا ایک بنیادی لمحہ گزرا تھا۔۔۔وہ کمرہ اور گھر بھی نصف صدی سے حافظ قرآن، رنگ سازوں کا انتظار کرتے کرتے اب ایک صرافہ بازار سے گھر چکے ہیں۔۔۔

ہجرت کے راستے کا نشان تک مٹ چکا ہے۔۔۔نئی حکومت نے مکے سے مدینے تک جانے کا نیا راستہ اختیار کیا ہے۔۔۔یہ راستہ مکے سے مقام بدر تک سمندر کے ساتھ

ساتھ جاتا ہے اور وہ وہی ہے کہ جس سے ابوسفیان، لشکر اسلام کی روانگی کی خبر سن کر اپنے قافلے کو بچا کر مکے کی جانب فرار ہو گیا تھا۔۔۔۔

مدینے پہنچتے ہی انسان مسجد قبا کا رخ کرتا ہے کہ جس کے سامنے والے احاطے میں وہ نہایت قدیم کنواں تھا کہ جس کے پانی نے آپ ﷺ کا رخ مبارک دیکھا تھا۔۔۔ مگر چند برس ہوئے اس کنوئیں کو بھی پتھر کی بڑی بڑی سلیں رکھ کر بند کیا جا چکا ہے۔۔۔۔ استفسار پر نہایت ہی خنگی کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مشینی پمپ ایجاد ہو چکے ہیں، اس لیے اب اس کنوئیں کی کوئی ضرورت نہ تھی۔۔۔۔

کرامت عمارت

جب شکست و ریخت کا یہ وحشت ناک عمل شروع ہوا تھا، تو سربراہ قبیلے کے سردار نے ترکوں کی بنائی ہوئی گنبد خضری والی مسجد نبوی کو گنبد خضری سمیت منہدم کرنے کا اعلان کیا تھا۔۔۔ پھر بہت بڑی بڑی اور اپنے وقتوں کی طاقتور ترین مشینیں منگوائی گئی تھیں اور پھر ایک ترکی ستون سے شروعات کی گئی تھی۔۔۔۔ دو ماہ تک یہ مشینیں اپنی پوری طاقت سے اس ایک ستون سے ٹکرا ٹکرا کر اس کو گرانے یا توڑنے کی کوشش کرتی رہی تھیں۔۔۔ مگر یہ ستون ذرہ برابر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تھا۔۔۔ آخر اس کی جڑوں کو تو باوضو حافظ قرآن ہنر مندوں کے ایمان، عشق اور نیت کے سیسے نے تھاما ہوا تھا۔۔۔ یہ کیسے اپنی جگہ سے ہلتا۔۔۔ جب طاقتور ترین مشینوں کی دو ماہ تک مسلسل کوشش کے باوجود ایک ستون بھی اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہل سکا تھا۔۔۔ تو مسجد نبوی کو منہدم کرنے کی یہ وحشت ناک کوشش طوعاً و کرہاً روک دی گئی تھی۔۔۔ مسجد نبوی کے اس ستون پر اس عمل کے نشانات آج تک موجود ہیں۔۔۔۔

سو اب کس کس دکھ کا بیان کروں۔۔۔ کسی نقش اول کو عقیدے کی قلت نے مٹایا تو کسی کو دل کی قلت نے۔۔۔ اور جو نقوش ان دونوں کی گرفت میں نہ آسکے، تو ان کو بے

افتادی اور جمالیاتی حس کے فقدان نے۔۔۔۔ اگر کبھی برسر اقتدار لوگوں سے اس شکست و ریخت کے عمل کے بارے میں پوچھو، تو اول تو اس برصغیر کے مجت کے مارے مسلمانوں کو اس لائق ہی نہیں سمجھا جاتا کہ ان کو کوئی جواب دیا جائے۔۔۔۔ اگر کوئی مجبور کرے تو پھر دو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں یعنی "توسیع" اور "شرک"۔۔۔۔ کیا توسیع اس انداز، حوصلے اور قرینے کے ساتھ نہ کی جا سکتی تھی کہ جس طرح ترکوں نے کی۔۔۔۔؟ اور کیا شرک کو مٹانے کا طریقہ صرف یہی تھا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر کے نشان کو مٹا دیا جائے۔۔۔۔؟۔۔۔۔

(صلاح الدین محمود)

نوٹ: یہ مضمون صلاح الدین محمود کے سفرنامہ حجاز "نقشِ اول کی تلاش" کا ایک اپنی جگہ مکمل باب ہے۔۔۔۔ یہ سفر ۱۳۹۰ھ۔۔۔۔اور۔۔۔۔ ۱۳۹۱ھ میں اختیار کیا گیا۔

جنت البقیع اور کربلا

نجدی و عراقی یزیدی

از حکیم تنظیم و تبلیغ حضرت مولانا مولوی عبد الماجد صاحب قادری بدایونی

محرم نمبر پیشوا کے لیے ایک ابن علی و بتول رضی اللہ عنہ کا مسلسل تقاضہ ہے کہ مضمون بھیجوں۔ مسلسل علالت و شکایت امراض کے سبب اعذار یک طرف۔ آج کل تو روح ایمان و عرفان اور حیات عقیدت و محبت پر جو صدمہ ہے، اس نے نڈھال اور بے قرار ہی نہیں، بلکہ بسمل و پامال کر دیا ہے۔ آہ، ظالم و فاسق نجدیوں کے مہالک و مظالم نے سن ۶۱ ھ کا محرم پھر سن ۱۳۴۰ ھ میں پیش نظر کر دیا۔ کس زبان و قلم سے کہوں؟ اور لکھوں؟ کہ سن ۶۱ ھ میں عراق کی سرزمین پر خاندان نبوت و شہزادگان فتوت کا خون خاک میں ملایا گیا اور جسم پیوند زمین کیا گیا تھا اور اب سن ۱۳۴۰ ھ میں چودھویں صدی میں، وہی خون، اور وہی جسم، اور انہیں پاک جسموں کی نورانی ہڈیاں، حجاز میں، سرزمین مدینہ کے حدود میں، روضہ مطہرہ کے سامنے، نانا جان کے روبرو، زمین سے نکال کر پھینک دی گئیں۔ قبروں پر ہل چلوا دیئے۔ قبے کھرے خاک میں ملا دیئے۔ یعنی عترت و ذریت رسول اور رسول کے اصحاب اور ہزاروں عاشقوں اور ولیوں، اماموں کا نام و نشان مٹا دیا۔ یہ ظلم کس نے کیا؟ نجدی یزیدیوں نے۔ یہ ستم کس نے ڈھایا؟ کتاب و سنت پر عمل، عمل و حکومت کرنے کا دعویٰ کرنے والوں نے، یہ قیامت کس نے برپا کی؟ امن و اصلاح حجاز کے مدعیوں نے۔ لارڈ کچنر و لائڈ جارج کی روح کی ترویج کرنے والے کون ہوئے؟ نام نہاد مسلمان عامل الحدیث و انتخاب مسلمان۔" نجد کے وہ مسلمان جو اپنے سوا دنیا کو مشرک، کافر سمجھیں اور خالص توحید کے اجارہ دار بنیں۔ مگر ان موحدین کا نام، نشان مٹیں جن کی سرفروشانہ مساعی سے عالم توحید آشنا ہوا۔ فقولوا انا للہ و انا الیہ

راجعون۔

کیا دنیائے انسانیت و تہذیب میں ایسی بربریت وحشت و ظلم کی کوئی مثال کسی نام کے ظالم سے ظالم مسلمان بادشاہ کے عہد تظلم کی مل سکے گی؟ لا و للہ۔ مجھے نجدی ایجنٹ اور ہندوستانی سعودی وہابی اگر زیادہ گالیاں، کوسنے دینے چاہیں تو سنیں کہ نجدی اپنے مظالم میں یزید لعنۃ اللہ علیہ سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ یزید بھی مدعی توحید تھا عامل بالکتاب و السنہ ہونے کا دعویدار تھا۔ اس نے بھی قتل امام عالی مقام ﷺ کے لیے امن و اصلاح و دفع فساد کا اعلان و وعظ دیا تھا۔ مگر آہ مردہ انسانوں کی "بے حرمتی" ان کی قبور کو برباد کر کے اس سے بھی نہ ہوئی اور جو کچھ بھی اس نے کیا وہ امام کو مکہ، مدینہ سے جدا کر کے یا جدا ہونے کے بعد عراق کی سرزمین پر، نہ اس سرزمین پر جہاں کے "کانٹے بھی کاٹنے جانے ممنوع ہیں" مگر ان تباہ ایمان نجدیوں نے جو کچھ کیا وہ رسول کریم ﷺ کے جوار میں، مواجہہ حضرت محبوب حق میں خاص ارض مدینہ اور مخصوص قطعہ مقدس، جنت البقیع میں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ دنیا کے کافر، نصرانی، متعصب، دشمنان اسلام غیر حربی حالت میں مقابر و مساجد اسلام و مسلمین کی تخریب سے حذر کرتے ہیں (دور رہتے ہیں) مگر یہ عاملین حدیث، امن و اطمینان کے عہد میں، دھڑا دھڑ مساجد و مقابر مسمار کرتے چلے جاتے ہیں اور ان بے حیاؤں کی جوں تک نہیں رینگتی نہیں ہوتی۔ فلعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ عراقیوں میں کچھ وہ بھی تھے، اور کربلا کے کارزار میں ایسے بھی عراقی و شامی نکل آئے تھے جنہیں بے کس سید مسافروں پر رحم آ گیا تھا اور شقی سے سعید ہو گئے تھے مگر ان نجدی یزیدیوں میں ایک سے ایک بڑھ کر ظالم ہے اور مسلسل قتل و غضب، و فسق و فجور، ظلم و تعدی کے بعد بھی ان میں ایک سعید روح، رحم و ایمان کی تڑپ انصاف و انسانیت کا جذبہ دکھانے والی نہیں۔ یزید نے جو کچھ کیا اول دن سے بالاعلان کہہ کر، فوجی اجتماع کے ساتھ کیا۔ مگر ان بزدل نجدیوں نے جو کچھ کیا فریب سے، مکر سے، جھوٹ بول کر، دغا بازی کر کے کیا کل کی بات ہے کہ ابن سعود کے اعلانات گونج رہے تھے کہ میں حجاز میں شاہ بن کر رہنے کے لیے نہیں آیا ہوں، بلکہ فقط غدار و ظالم شریف کے مظالم و جرائم کا خاتمہ کرنے کو بڑھا اور لپکا ہوں۔ رہی حجاز کی شاہی وہ جمہور کی ہو گی۔

پھر اعلان دیا کہ مدینہ پاک کے آثار و شعائر محفوظ رہیں گے۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح تدریجی مگر مسلسل فریب کاری و دغا بازی سے کام لیا گیا اور نصرانی اہل سیاست کے وعدے اور ان کی جیسی چالیں چل کر ملت کو پراگندہ، امت کو منتشر، عظمت حرمین کو تباہ و برباد کیا۔ حجاز کا بادشاہ بھی بن گیا، اور اپنی نامقبول، اور ناجائز ملوکیت کا سکہ بھی چلانے لگا اور تعصب و تقشف وہابیت کی اعتقادی و عادی گستاخیاں کر کے وقار و عظمت حرمین کو بھی ڈھانے لگا۔ تم نے سنا یا نہیں؟ کہ حکم دے دیا گیا ہے کہ حاجیوں کی واپسی کے بعد گنبد خضری اور شبکہ مقدسہ جو بے کسوں کا سہارا اور عاشقوں کے لیے نقاب چہرہ حبیب ہے، چھپا دیا جائے۔ اس کا پہلا قدم یہ حکم امتناعی ہے، جو روضۂ مقدسہ کی جالیوں (شبکہ) کو ہاتھ نہ لگانے، اور اس کعبہ حقیقت، اور قبلہ کعبہ عبادت کی طرف متوجہ نہ ہو کر دعاء کرنے کے جبروت سے بڑھایا گیا ہے۔ بتاؤ! یزید، حجاج بن یوسف، یا شریف حسین ایسی ظالم و جابر نے بھی ایسا کیا تھا؟ اور ایسی مداخلت فی الاعتقادیات کر کے کوئی بھی شقی، مدعی عمل کتاب و سنت ہوا تھا؟ میرا دل جل رہا ہے اور میں ابن سعود کو دعوت مباہلہ لکھ رہا ہوں اور نجدی یزیدیت کو عراق و شامی یزیدیت سے موجودہ دور ابتلائی میں سخت تر جانتا ہوں اور ہر اس شخص سے جو محرم میں کربلا والے اماموں کے غم منائے التجا کرتا ہوں کہ وہ دعاء کرے کہ نجدیوں سے امام عالی مقام شہید کربلا کے جد فخر اولین و آخرین ﷺ کا روضۂ محفوظ رہے اور دنیا سے یہ نشان رحمت نہ مٹنے پائے اور اس کے مٹانے کے آرزو مند اصحاب فیل کی طرح مٹ جائیں اے کربلا والوں کی پاک روحوں کہہ دو، آمین!!!

جو قابل تھے دار و رسن کے! ہاتھ میں ان کے دار و رسن ہے!



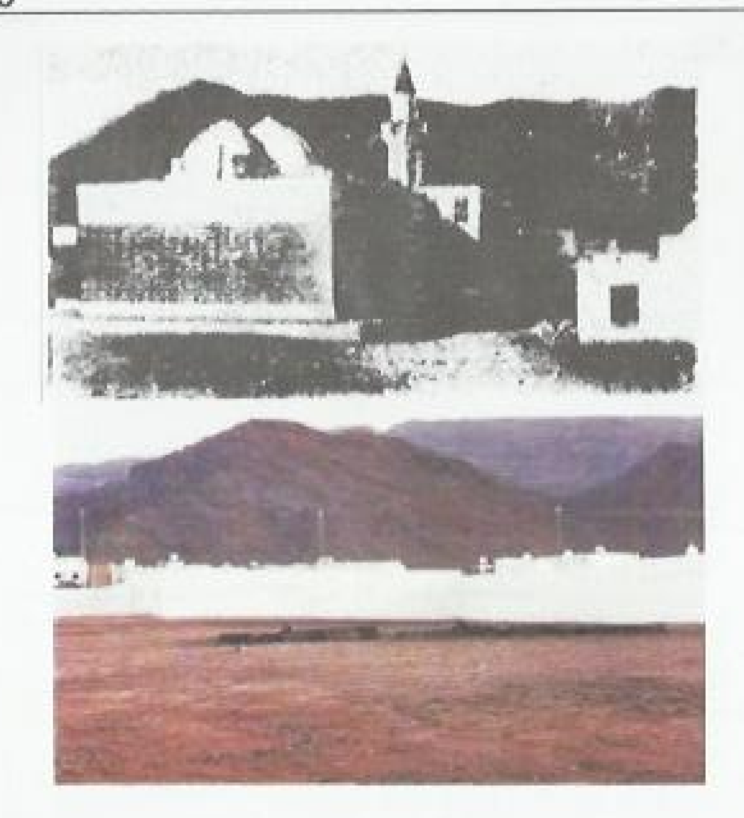


قارئین کرام اوپر دی ہوئی دونوں تصویر کو غور سے دیکھیے یہ دونوں تصاویر جنت المعلیٰ شریف کی ہیں اوپر دی ہوئی تصویر پرانی اور نیچے دی ہوئی تصویر نئی ہے۔

جنت المعلیٰ شریف وہ مقدس قبرستان ہے جسے بلا مبالغہ ہزاروں صحابہ کرام اور سینکڑوں اولیاء کرام اور سلف صالحین کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے ایک زمانہ تھا جب اس قبرستان میں ان تمام اجسام قدسیہ کے مزارات باقاعدہ منظم طریقہ سے قائم تھے اور اہل عقیدت ان سے فیض حاصل کرتے تھے۔ نجدی دیوبندی ٹولے نے اپنے مکروہ وغلیظ عقائد ونظریات کی راہ میں ان اجسام مقدسہ کے مزارات کو رکاوٹ جانا اور شرک و بدعت و تعمیر وتوسیع جیسے ڈھکوسلوں کی آڑ میں ان مقدس اجسام پر بلڈوزر چلوا دیے۔ نہ معلوم نجدیوں کو سرکار کریم ﷺ اور ان کے اصحاب اور اہل بیت کرام سے کیا بغض ہے۔۔۔۔؟



اوپر دی گئی تصاویر جنت البقیع شریف کی ہیں پہلی تصویر جنت البقیع کی پرانی تصویر ہے جب مدینہ شریف پر اہل محبت کی حکومت تھی اور دوسری تصویر جنت البقیع کی حالیہ تصویر ہے جو کہ نجدیوں کی چیرہ دستیوں کا ایک روح فرسا اور کربناک منظر پیش کرتی ہے۔ جنت البقیع وہ قبرستان ہے کہ جس میں دفن ہونے کی تمنا ہزاروں عشاق کے دلوں میں مچلتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں دفن ہونے والے کے لیے سرکار ﷺ کی شفاعت جیسی عظیم الشان خوشخبری ہے۔ ایک ایسا قبرستان کہ جس میں لاتعداد اصحاب رسول مدفون ہیں، ازواج مطہرات، اہل بیت اطہار، اولیاء کاملین آرام فرما ہیں، ایک ایسی ذی مرتبت جگہ جہاں فرشتے اپنا سر جھکاتے ہیں نجدیوں نے ایسی متبرک و مقدس جگہ پر بلڈوزر چلوا دیے۔ اس تاریخی قبرستان کو مسمار کر کے نجدی ٹولے نے مسلمانوں کے دلوں پر ایسا کاری گھاؤ لگایا ہے جو کہ تادم مرگ مندمل نہیں ہو سکتا۔



اوپر دی گئی دونوں تصاویر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کی ہیں۔
حضرت حمزہ حضور ﷺ کے سگے چچا ہیں اور کون سا ایسا بدبخت مسلمان ہے جو آپ کی علو مرتبت سے آگاہ نہیں ہے ایک ایسی عظیم ہستی جو کہ شہیدوں کے سردار ہیں اور تمام مسلمانوں کے آقا و مولی ہیں۔ ان کے مزار کو مسمار کرانا نجدیوں کی وہ شرمناک گستاخی ہے جس کی مثال تاریخ اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ سید الشہداء کے مزار کو منہدم کرنا بھی اس گروہ کے سرکار کریم ﷺ سے قلبی بغض و عناد کو آئینہ دار ہے۔

ارے مسلمان تو وہ ہے کہ جو اپنے نبی سے نسبت رکھنے والی ہر ہر شے کو لائق صد احترام اور قابل صد تعظیم سمجھتا ہے لیکن ایک کینہ پرور اور بد باطن گروہ رسول دشمنی میں اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ وہ رسول سے تعلق رکھنے والی ہر ہر شے کو مٹانا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے۔



اوپر دی گئی تصویر میں جو خاک کا ڈھیر نظر آرہا ہے وہاں بھی اہل بیت اطہار کے مزارات اپنے پورے تزک و احتشام کے ساتھ چمک رہے تھے۔

مسلمانو۔۔۔۔! ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دو کہ دنیا میں کون سی ایسی قوم ہے کہ جو اپنے قوم کے رہنما کی یادگاروں، نشانیوں اور ان کی بقایاجات کی تعظیم نہیں کرتی اور ان کی حفاظت نہیں کرتی۔ ہر ہر قوم اور ہر ہر مذہب کے باشندوں کا یہ طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ اپنے اپنے قوم کے رہنماؤں کی یادگاروں کو حرزِ جاں بناتے ہیں اور ان نشانیوں اور نسبتوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا بھی یہی طرزِ عمل رہا ہے اگر ہم تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھیں تو ہمیں کہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وصیت کرتے ہوئے نظر آئیں گے کہ سرکار کریم ﷺ کے ناخن مبارک مرنے کے بعد میری آنکھوں پر رکھ کر مجھے دفن کرنا، کہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نظر آئیں گے جو سرکار کریم ﷺ کے موئے مبارک کو اپنی ٹوپی میں سلائے ہوئے ہیں اور اس ٹوپی کو ہر جنگ میں اپنے ساتھ رکھنا جنگ کی فتح یابی کی علامت سمجھتے ہیں، کہیں ہمیں ایک صحابیِ رسول نظر آتے ہیں جو سرکار ﷺ کی چادر شریف کو اپنا کفن بنانے کے آرزومند ہیں، کہیں ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نظر آئیں گے جو سرکار کریم ﷺ کے منبر شریف پر اپنا ہاتھ پھیر کر اپنے چہرے اور جسم پر پھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں، کہیں

ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ جماعت نظر آتی ہے جو سرکار کریم ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے آپس میں جھپٹتی اور سبقت کرتی نظر آتی ہے، کہیں ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ گروہ نظر آتا ہے جو سرکار کریم ﷺ کے خط بناتے وقت موجود ہے اور آپ ﷺ کے تراشیدہ بالوں کو بطور خیر و برکت حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہے۔

غرض یہ کہ ہر مسلمان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ سرکار کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز کا غایت درجہ ادب و احترام ملحوظ رکھے، مگر حیف ہے نجدی ٹولے پر کہ جس نے سرکار کریم ﷺ کے احسانوں کو بدلہ دینا تو درکنار اس قدر شقاوت اور سنگ دلی کا مظاہرہ کیا ہے کہ سرکار کریم ﷺ سے تعلق رکھنے والی ہر ہر چیز کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی ہے۔

جنت المعلی اور جنت البقیع اور صحابہ کرام کے مزارات اور مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں موجود تبرکات و زیارات کے مشاہدہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نجدیوں نے سرکار کریم ﷺ کی نسبتوں سے جس قسم کے ظالمانہ سلوک روا رکھا ہے چشم فلک نے آج تک ایسا گھناؤنا اور مکروہ رویہ کسی قوم کا اپنے رہنماؤں اور اس کی یادگاروں اور نشانیوں کے ساتھ نہیں دیکھا۔

آئیے رب کریم کی بارگاہ میں مل کر دعا کریں کہ اے رب کریم ہم عاجز و ناتواں بندے تیرے پیارے حبیب ﷺ کی یادگاروں اور ان سے محبت رکھنے والوں کے اجسام مقدسہ کے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک نہیں دیکھ سکتے اے رب تو اپنے پیارے حبیب کے پیارے چمن کو اس نجدی ٹولے کی چیرہ دستیوں سے محفوظ فرما اور ہم سنی مسلمانوں کو پھر سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کا جاروب کش بنا دے۔

مزار نبی فاروق بنائیں نشان قبر مٹاتے یہ ہیں
قبروں پہ اہل بیت نبی کے بلڈوزر بھی پھراتے یہ ہیں
مزار نبی کو ختم کرنے کے منصوبے بھی بناتے یہ ہیں
عبادت اور اسلامی رکن پہ حج پہ ٹیکس لگاتے یہ ہیں

نجد کے قزاقوں کی خاطر حج پہ ٹیکس بتاتے یہ ہیں
قزاقوں کی شکل جو دیکھیں اپنے بڑوں کو پاتے یہ ہیں
دیو کے ساز پہ نجدی لے میں شرک کے نغمے گاتے یہ ہیں
ہو گا لقب ابلیس کا لیکن شیخ النجد کہلاتے یہ ہیں
حشر میں آگے آ جائے گا کیا کھوتے کیا پاتے یہ ہیں

انیس احمد نوری

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں، اصلا تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام وعلم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور ﷺ سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ اپنے حال پر رحم کرو۔

(تمہید ایمان صفحہ ۶،۷ مطبوعہ لاہور)



الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا سيدي يا رسول الله — وعلى آلك واصحابك يا سيدي يا حبيب الله

[illegible]

ترجمہ کنز الایمان: [illegible]

حدیث مبارکہ: [illegible]

[illegible] **تحریک فکر اسلام** [illegible] **تحریک فکر اسلام** [illegible]

عزائم و مقاصد

(۱) مسلمانوں میں دینی شعور پیدا کرنا اور انہیں فرائض و واجبات کا پابند بنانا۔

(۲) دلوں میں عشق رسول ﷺ اور عظمت رسول ﷺ کا جذبہ پیدا کرنا۔

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) قرآن پاک کی تعلیم کے لیے مدرسۃ القرآن کا قیام عمل میں لانا۔

(۷) ناگہانی و قدرتی آفات و حادثات کے سبب متاثرہ مسلمانوں کی مدد کرنا۔

(۸) بک بینک اور لائبریری کا قیام۔

[illegible] (کشف الخفاء 2/366 رقم الحدیث 3266)

اور کیوں نہ ہو کہ صادق و مصدوق ﷺ کا کلام ہے۔

تحریک فکر اسلام، لاہور، پاکستان

صدیقی سٹریٹ، نورانی مسجد (بیری والی مسجد) [illegible] لاہور

Email:fikre_islam@yahoo.com, 0321-4145624